گُم کی زبان

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Uwaysi Books
www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ الۡاَمِیۡنِ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاھِرِیۡنَ، وَعَلٰی اَوۡلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

اَمَّا بَعۡدُ! فقیر نے "کُن کی کنجی" رسالہ میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق کُن کی کنجی کا ثبوت پیش کیا۔ اس رسالہ میں اولیاء اللہ کے لئے اِثبات (ثبوت) ہے۔ اس کا نام رکھا "کُن کی زبان"۔

وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔

مقدمہ: نبیُّ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ولیُّ اللہ کُن کی زبان ہیں۔ اس کے اکثر دلائل "کُن کی کنجی اللہ کا نبی" رسالہ میں آگئے ہیں۔ یہاں اِس رسالہ کے مطابق عرض ہے کہ "ولیُّ اللہ کُن کی زبان" اس لئے ہے کہ حدیثِ قُدسی بخاری، مسلم و مشکوٰۃ میں ہے کہ

" وَلِسَانَهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِهِ "[1] یعنی بندۂ مُقَرَّب کی زبان پر حق (اللہ تعالیٰ) بول لیتا ہے،

اور لِسانِ حق سراسر کُن ہی کُن ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ زبان اُس کی (ولیُّ اللہ کی) فرمان اُس (اللہ تعالیٰ) کا۔ اسی لئے یہ عقیدہ عینِ اسلام ہے۔ جو اِسے شرک یا کُفر کہتا ہے وہ پاگل ہے بلکہ پاگلوں کا باپ ہے۔ یہ قاعدہ سمجھنے کے بعد اب امام احمد رضا مجددِ دوراں قدس سرہ کا شعر پڑھئے:

اَحَد سے احمد اور احمد سے تجھ کو کُن اور سب کُن مَکُن حاصل ہے یا غوث

خلاصہ: اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو، اے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کُن کے اِختیارات حاصل ہیں۔ اب اس حاصل کردہ اختیار سے ہر طرح کے تَصَرُّف (کرامات کا ظہور) فرماتے ہیں۔

شرح: اہلِ سنت کے نزدیک تصرّفاتِ انبیاء و اولیاء حق ہیں، کیونکہ یہ بھی معجزات و کرامات ہیں، اور یہ بھی کُن کا ایک مقام ہے، اور وہ مقام حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ اس سے آگے سب سے بڑا مرتبہ غوثیت ہے۔ جس نے حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب غوث تسلیم کر لیا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ہر فریاد کرنے والے سے واقف ہیں، اور ہر ایک کا علم ہے، خواہ وہ دنیا کے کسی علاقہ و خطہ میں ہو۔ اور اس بات کا اقرار بھی کرنا پڑے گا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ خواہ فریاد کرنے والے ہزار ہوں تو ہزاروں کی فریاد کو پہنچتے ہیں، اور ایک وقت میں متعدد مقامات پر جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔ جب وہ ہزاروں فریاد کرنے والوں کی فریاد کو پہنچتے ہیں تو سب کی حاجتیں یقیناً ایک دوسرے سے مختلف ہیں، تو مختلف لوگوں کی مختلف حاجتوں کو پورا فرمانا (کُن مکن) کا اختیار نہیں تو اور کیا ہے؟ یا تو سرے سے آپ کے غوث (فریاد کو پہنچنے والے) ہی کا انکار کرتے ہیں، لیکن اس اقرار کے بعد کہیں جائے فرار نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ فریاد کو پہنچنے والے تو ہوں لیکن پہنچ کر کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتے ہوں؟ تو پھر پہنچنا ہی بیکار۔ جب پہنچنے کی طاقت حاصل ہے تو پھر یہ ماننا پڑے گا:

اَحَد سے احمد اور احمد سے تجھ کو کُن اور سب کُن مَکُن حاصل ہے یا غوث

---

[1] (الزهد الكبير للبيهقي، فصل في الاجتهاد في الطاعة وملازمة العبودي، 1/ 271، الحديث 699، مؤسسة الكتب الثقافية، سنة النشر: 1408 هـ - 1987 م)

کن فکان غوثِ اعظم کی زبان: بانیٔ وہابیت مولوی اسماعیل فی الہند دہلوی، مصنف تقویۃ الایمان، اپنی "صراطِ مستقیم" کے ص ۶۴ اور ص ۱۵۱ پر، مولوی مناظر احسن گیلانی، صدرِ دیوبند مولوی حسین احمد مدنی کانگریسی کی مُصدَّقہ اور جناب قاری طیب کی تصحیح کردہ سوانح قاسمی، ص ۸۰، جلد ۱ پر، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الرشید کے ص ۴۵ اور ص ۱۰۶ و ۱۰۷ پر، نہ صرف غوثِ اعظم کو غوثِ پاک، غوث الثقلین کہہ کر آپ کو فریاد کو پہنچنے والا تسلیم کر رہے ہیں بلکہ اپنے بزرگوں کے لئے بھی یہ القابات استعمال کئے ہیں[2]، تو اُن کے پیروکاروں (وہابیوں، دیوبندیوں) کو انکار کیوں؟

فائدہ: غوث الثقلین کا معنی ہے اِنس و جِن (انسان اور جن) کی فریاد کو پہنچنے والا۔ الحمد للہ! حضور سرورِ عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے ولی، سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے صحیح معنی میں انسانوں اور جِنّات کے ہزاروں کی فریاد رَسی (مدد) فرمائی، اور اب بھی فرما رہے ہیں۔[3]

عُہدۂ کُن والے اولیائے کرام: اصحابِ تصوّف کی اصطلاح میں اولیاء اللہ میں ایک مرتبہ، اصحاب التکوین (کائناتی تصرف رکھنے والے) کا ہے، جو چیز جس وقت چاہتے ہیں موجود ہو جاتی ہے، جسے کُن کہا، وہی ہو گیا۔

فائدہ: یہ اصطلاحاتِ صوفیہ بھی حق ہیں۔ ان عہدوں کے اسما اور ان کے ذمہ اُمور کی تفصیل کے لیے: جامع کراماتِ اولیاء نبہانی، روضُ الرَّیاحین للیافعی، جمالُ الاولیاء اشرفعلی دیوبندی دیکھیے، اور "التَّبْيِينُ فِي أَوْلِيَاءِ التَّكْوِينِ" فقیر کی تصنیف پڑھیے۔ وہ اصطلاحات صحیح روایات سے ثابت ہیں۔ مثلاً صوفیۂ کرام کی ایک اصطلاح ابدال ہے، اور وہ صحیح روایات میں مُصرَّح (صراحت کے ساتھ مذکور) ہے۔

حدیثِ ابدال: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"أَلَا الْأَبْدَالُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ، بِهِمْ تَقُومُ الْأَرْضُ، وَبِهِمْ تُمْطَرُونَ، وَبِهِمْ تُنْصَرُونَ"[4] (الطبرانی فی الکبیر، عن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بسندٍ صحیح)

یعنی ابدال میری اُمت میں تیس (۳۰) ہیں، اُن ہی سے زمین قائم ہے، اُن ہی کے سبب تم پر بارش ہوتی ہے، اور اُن ہی کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

فائدہ: ان اِصطلاحات کا اُصولی طور پر دیوبندی فرقہ قائل ہے، صرف ضِد اور ہٹ دھرمی سے بعض اوقات انکار بھی کر جاتے ہیں۔ غیر مقلدین تو کُھلم کُھلا تمام اِصطلاحات کا اِنکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ اِصطلاحات احادیث کی تصریحات (وضاحت) اور بعض کِنایات و اشارات سے ثابت ہیں۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں

---

[2]) نوٹ: مندرجہ ذیل عبارات و حوالے حضور فیضِ ملت علیہ الرحمہ کے رسالے غوثِ اعظم صرف جیلانی کا لقب سے لئے گئے ہیں۔ یہ رسالہ بھی تخریج و تسہیل کے ساتھ ویب سائٹ www.faizahmedowaisi.com پر دستیاب ہے۔

شیخ الہند مولوی محمود الحسن، مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے حق میں لکھتے ہیں: جنید و شبلی ثانی ابو مسعود انصاری رشیدِ ملت و دیں غوثِ اعظم قطبِ ربانی

(مرثیہ گنگوہی از محمود الحسن گنگوہی، ص 5، کتب خانہ رحیمیہ، ہند)

مولوی عاشق الٰہی دیوبندی نے لکھا ہے: قطب العالم قدوۃ العلماء غوثِ اعظم مولوی رشید احمد محدث گنگوہی (تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی، ص 2، بلالی سٹیم سادھورہ)

مولوی غلام خاں صاحب کے استاد و شیخ مولوی حسین علی کی مشہور کتاب "بلغۃ الحیران" کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے: قطب الواصلین غوث الکاملین حضرت حاجی دوست محمد صاحب

(بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان از حسین علی حنفی، ص 4، حمایتِ اسلام پریس لاہور)

بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں: بآں شاہ شہیدان حاج حرمین شہ عبد الرحیم غوثِ دارین (قصائدِ قاسمی، شجرہ منظومہ چشتیہ صابریہ، ص 20، مجتبائی دھلی)

اسی قصائد قاسمی میں سلطان عبد الحمید کی جناب میں مولوی ذوالفقار علی زبانی مذکور ہے: اذا انت عون الحق غوث الخلق والرکن الشدید

(قصائدِ قاسمی، شجرہ منظومہ چشتیہ صابریہ، ص 19، مجتبائی دھلی)

[3]) اس کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ "غوثِ اعظم خدایا غوث الوریٰ" میں پڑھیں (اُویسی غفرلہ)۔

[4]) (الحاوي للفتاوي، الفتاوى الصوفية، الخبر الدال على وجود القطب والأوتاد والنجباء والأبدال، 2/ 297، دار الفكر للطباعة والنشر، سنة النشر: 1424 هـ - 2004 م)

کہ یہ لوگ صرف نام کے اہلِ حدیث ہیں، ورنہ در حقیقت یہ بھی منکرینِ حدیث ہیں۔ اس لیے کہ ابدال تو صحیح روایات و مستند احادیث سے ثابت ہیں، اس پر علمائے اہلِ سنت کی تصانیف موجود ہیں، لیکن یہ لوگ منکر ہیں۔ اس معنی پر منکرینِ حدیث نہ ہوئے تو کیا ہوئے؟

کُن مَکن حاصل: قطع نظر کُن والی اِصطلاح کے علمائے اہلِ سنت کی تصریحات بھی ان کی تصانیف میں موجود ہیں۔ یہاں صرف حضرت شیخ محقق علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃُ اللہ علیہ کے حوالہ جات "زبدۃُ الآثار" اور "تلخیص بہجۃ الاسرار" ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ عزاز بطایحی نے پیش گوئی کی تھی ۴۷۸ھ میں ایک نوجوان، جس کا نام سید عبد القادر ہو گا، ظاہر ہو گا۔ اس کی ہیبت (رُعب و دبدبہ) سے ہی مقاماتِ ولایت (روحانی مراتب) ظاہر ہوں گے، اور اس کی جلالت (شان و عظمت) سے کرامات (خارقِ عادت امور) ظاہر ہوں گی۔ وہ ہر حال پر چھا جائیں گے، اور محبتِ خداوندی کی بلندیوں پر پہنچ جائیں گے۔ تمام عالمِ امکان (ممکنات کی کائنات) ان کے حوالے کر دیا جائے گا۔[5]

(۲) شیخ منصور بطایحیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں جناب غوثُ الاعظم کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا: عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ سیدنا عبد القادر کو بہت بلند مقام مل جائے گا۔ دنیا کے تمام عارفین اُن کے ماتحت ہوں گے، اور اُن کا اِس حالت میں وِصال ہو گا کہ اُن سے بڑھ کر خدا اور رسول کی نظروں میں زمین پر محبوب ترین انسان دوسرا نہیں ہو گا۔[6]

(۳) شیخ حماد وباس رحمۃُ اللہ علیہ کے سامنے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چلا تو آپ نے فرمایا: اگرچہ (سیدنا) عبد القادر ابھی نوجوان ہیں، مگر میں اُن کے سر پر دو جھنڈے لگے دیکھ رہا ہوں۔ یہ جھنڈے ولایت کے ہیں، اِن جھنڈوں کی فرمانروائی (حاکمیت) تحتَ الثَّریٰ (زمین کی انتہائی تہہ) سے لے کر ملکوتِ اَعلیٰ (عالمِ بالا) تک ہے۔[7]

(۴) ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے قُطبِ وقت کے اوصاف دریافت کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ قُطب تمام اُمورِ وقت کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے، اور کون و مکان (کائنات کے تمام اجزا) کے تمام اُمور کا اختیار اسے دے دیا جاتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: پھر ایسا قطبِ وقت آپ کی نظروں میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا: شیخ سید عبد القادر جیلانی ہی ایسی شخصیت ہیں۔[8]

(۵) شیخ عقیل منجی رحمۃُ اللہ علیہ کے سامنے جناب شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ ایک نوجوان ولیُّ اللہ بغداد میں ظاہر ہوا ہے، تو آپ نے فرمایا: اُس کا حکم آسمانوں پر بھی چلتا ہے۔ وہ بڑا رفیعُ الشان (نہایت بلند مرتبہ) نوجوان ہے۔ مَلَکوت (عرش پر یا فرشتوں کے درمیان) میں اُسے سفید باز (عقاب) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[9] (زُبدۃُ الآثار، تلخیص بہجۃ الاسرار، ص ۳۸-۳۹)

(۶) شیخ شِہابُ الدین عمر سُہر وَردی رحمۃُ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنے چچا ابو النَّجیب سُہر وَردی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ (۵۶۰ھ) جناب غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو آیا۔ میرے چچا نے آپ کا نہایت ہی ادب کیا۔ آپ کے سامنے دوزانو ہو کر نفسِ گُم کو دبا بیٹھے رہے۔ جب

---

5) (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار [مترجم]، جناب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ متقدمین و متاخرین کی نظر میں، ص 37، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

6) (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار [مترجم]، جناب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ متقدمین و متاخرین کی نظر میں، ص 37، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

7) (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار [مترجم]، جناب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ متقدمین و متاخرین کی نظر میں، ص 37، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

8) (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار [مترجم]، جناب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ متقدمین و متاخرین کی نظر میں، ص 38، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

9) (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار [مترجم]، جناب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ متقدمین و متاخرین کی نظر میں، ص 38، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

میں مدرسۂ نظامیہ میں گیا تو اپنے چچا سے پوچھا کہ آپ اس قدر مؤدّب کیوں ہو گئے تھے؟ آپ نے فرمایا: "میں ادب کیوں نہ کرتا؟ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اختیاراتِ وجود وملکوت (کائنات اور عالمِ بالا) میں بھی عطا فرمائے ہیں۔ میں اس کا ادب کیوں نہ کروں، جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ادب کرنے کا حکم دیا ہے۔"[10]

(زُبدۃُ الآثار، تلخیص بَہجۃُ الاسرار، ص ۳۶ تا ۴۱)

کُن کے مطابق اظہارِ کرامت: جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ زبانِ ولیُّ اللہ، باذنِ اللہ، (اللہ عزوجل کی عطاء سے) کُن کی کُنجی ہے۔ اسی کے مطابق چند کرامات ملاحظہ ہوں۔ شیخِ قُدوہ ابوالحسن علی قرشی نے روایت کی ہے کہ ۵۴۷ھ میں شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ اور میں حضرت شیخ مُحیُ الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ ایک تاجر، ابو الغالب فضل اللہ بن اسماعیل بغدادی، آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: "حضرت! آپ کے نانا، جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص دعوت پر بلائے تو اُسے رَد نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں بھی آپ کو اپنے غریب خانہ پر کھانے کی دعوت دینا چاہتا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اگر مجھے اجازت ملی تو میں آؤں گا۔" چنانچہ آپ مُراقبے (توجہ واستغراق) میں گئے، اور دیر تک مُراقبے میں رہنے کے بعد فرمانے لگے: "میں ضرور آؤں گا۔" آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے رَکاب تھامی ہوئی تھی، اور میں بھی بائیں رَکاب کو پکڑے ہوئے جا رہا تھا۔ ہم اُس تاجر کے گھر پہنچے۔ اُس کے گھر بغداد کے بڑے بڑے مشائخ بھی آئے ہوئے تھے، علمائے کرام اور اعیانِ مملکت (اہلِ اقتدار) بھی موجود تھے۔

چنانچہ آپ کے سامنے دستر خوان بچھا دیا گیا، جس پر رنگا رنگ کھانے چنے ہوئے تھے۔ ایک بہت بڑا برتن دستر خوان کے ایک کونے میں سر بہ مُہر (ڈھکا ہوا) رکھ دیا گیا تھا۔ ابو الغالب (میزبان) نے کہا: "اجازت ہے۔" حضرت شیخ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ نہ خود کھایا، نہ اہلِ مجلس کو اجازت دی۔ تمام اہلِ مجلس خاموش بیٹھے رہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ نے میری طرف اشارہ کیا اور علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کہا کہ ہم دونوں جا کر وہ بڑا سا برتن اُٹھا لائیں۔ اگرچہ وہ برتن بڑا بھاری تھا، لیکن ہم اُٹھا لائے اور شیخ کے آگے رکھ کر اُس کا ڈھکنا کھولا۔ اُس برتن میں ابو الغالب (میزبان) کا بیٹا تھا، جو مادرزاد اندھا، مفلوج اور مجذوم (کوڑھی) تھا۔ حضرت شیخ نے اُسے کہا: "اللہ کے حکم سے اُٹھو۔"

وہ لڑکا آنکھوں سے ایسے دیکھنے لگا جیسے وہ اندھا ہی نہ ہو، اور اُس میں کوئی بیماری نظر نہیں آتی تھی۔ حاضرینِ مجلس میں ایک وجد آفریں (جذبہ پیدا کرنے والا) شور برپا ہوا۔ آپ اس شور میں باہر آ گئے اور کچھ نہ کھایا۔ میں شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اُنہیں یہ واقعہ سنایا۔ اُنہوں نے سن کر فرمایا: "شیخ عبد القادر اللہ کے حکم سے اندھوں کو بینا، کوڑھی کو تندرست، اور مُردوں کو زندہ کر سکتے ہیں۔"[11] (زُبدۃُ الآثار، تلخیص بَہجۃُ الاسرار)

چیل زندہ ہو گئی: امام دَمیری نے الحدآۃ میں نقل کیا ہے کہ "شیخ عبدُ القادر جیلانی ایک دن وعظ فرما رہے تھے۔ ہوا تُند و تیز تھی۔ اُس طرف سے ایک چیل چکر لگا کر شور کرتی ہوئی آئی، جس کی وجہ سے سامعین کو وعظ سننے میں تشویش (پریشانی) ہونے لگی۔ شیخ قدس سرہ نے ہوا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس چیل کا سر پکڑ لے۔ جب وہ چیل اسی وقت نیچے آ پڑی تو وہ خود ایک طرف پڑی ہوئی تھی، اور اُس کا سر تن (جسم) سے جدا ہو کر دوسری طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ ماجرا

---

[10] (زبدۃ الآثار تلخیص بھجۃ الاسرار [مترجم]، جناب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ متقدمین ومتاخرین کی نظر میں، ص 41، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

[11] (زبدۃ الآثار تلخیص بھجۃ الاسرار [مترجم]، نابینا اور مفلوج صحت پا گئے، ص 89 تا 90، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

دیکھ کر شیخ قدس سرہ وعظ کی کرسی سے اُتر پڑے، اور چیل کو ایک ہاتھ میں لیا، اور اپنا دوسرا ہاتھ اُس پر پھیرتے ہوئے فرمایا: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" تو وہ چیل زندہ ہو کر اُڑ گئی، اور سب حاضرینِ مجلس یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ "دَمیری فرماتے ہیں کہ ہم تک اسنادِ صحیح (درست سندوں) سے یہ بات پہنچی ہے۔[12]

(کراماتِ غوثِ اعظم)

مُردوں کو زندہ کرنا:

وہ کہہ کر قم باذنِ اللہ جِلا دیتے ہیں مردوں کو بہت مشہور ہے احیاءِ موتیٰ غوثِ اعظم کا

اَسرارُ السالکین میں ہے کہ ایک دن آپ بازار تشریف لے جا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک نصرانی (عیسائی) اور ایک مسلمان میں مُباحثہ و مُجادِلہ (بحث و مناظرہ) ہو رہا ہے۔ نصرانی بہت سے دلائل سے اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت کر رہا تھا، اور مسلمان اپنے پیغمبر نبیِ آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ کی فضیلت میں بہت سے دلائل پیش کر رہا تھا۔ آخر میں نصرانی نے کہا کہ میرے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" کہہ کر مردے زندہ کر دیتے تھے۔ تم بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر نے کتنے مُردے زندہ کیے ہیں؟ یہ سن کر مسلمان نے سُکوت (خاموشی) اختیار کیا۔ یہ سُکوت سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہایت ناگوار معلوم ہوا، اور نصرانی سے ارشاد فرمایا کہ میرے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادنیٰ (چھوٹا) معجزہ یہ ہے کہ اُن کے ادنیٰ خادم مردوں کو جِلا سکتے ہیں، تو جس مردہ کو کہے اُسے میں ابھی زندہ کر دوں۔

یہ سُن کر نصرانی آپ کو ایک بہت ہی پرانے قبرستان میں لے گیا، اور ایک بہت ہی پرانی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ اِس مُردہ کو زندہ کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قبر ایک قوّال کی ہے، اور تیرے پیغمبر "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" کہہ کر مردوں کو جِلاتے تھے (یعنی اُٹھ اللہ کے حکم سے)، مگر میں کہتا ہوں "قُمْ بِاِذْنِی" (یعنی اُٹھ میرے حکم سے)۔ صرف اتنا کہنا تھا کہ قبر شَق ہوئی، اور صاحبِ قبر، جو قوال تھا، اپنے ساز و سامان کے ساتھ قبر سے گاتا گاتا باہر آ گیا، اور کلمۂ شہادت زبان سے ادا کیا۔ یہ دیکھ کر نصرانی صدقِ دل (سچے دل) سے ایمان لایا، اور آپ کے خُدّامِ ذَوِیُ الِاحتشام (باعزت خادموں) میں داخل ہو گیا۔[13]

(مسالکُ السالکین، نیز تفریحُ الخاطر، تذکرۂ مشائخِ قادریہ)

دوسرے رنگ میں: اولیاء اللہ نہ صرف کُن کی زبان ہیں، بلکہ تغیّرِ کائنات (کائناتی تبدیلی) کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ قرآن و احادیث کے دلائل تو ہم نے "تصرفاتِ اولیاء" میں عرض کر دیے ہیں، یہاں دو حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امامِ اَجَل، سیدی نورُ الدین ابو الحسن علی شَطّوفی قدس سرہ الرؤوفی[14] کتاب مُستطاب بہجۃ الأسرار شریف میں بسندِ خود روایت ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ الْبَصْرِيُّ الْأَصْلِ، الْبَغْدَادِيُّ الْمَوْلِدِ وَالدَّارِ بِالْقَاهِرَةِ سَنَةَ إِحْدَى وَسَبْعِينَ وَسِتِّمِائَةٍ.

قَالَ: أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَغْدَادِيُّ الْخَبَّازُ بِبَغْدَادَ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ وَسِتِّمِائَةٍ.

---

[12] (حياة الحيوان الكبري للدميري، الحدأة، 1/ 327، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الثانية، 1424 هـ)

(کراماتِ غوث اعظم از محمد شریف نقشبندی، کرامت نمبر 63: چیل کا دوبارہ زندہ ہونا، ص 65، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، جولائی 2015ء)

[13] (تفریحُ الخاطر في مناقب شیخ عبد القادر [مترجم]، المنقبۃ الخامسۃ، ایک عیسائی سے مناظرہ اور قبر سے مردہ زندہ، ص 65، قادری رضوی کُتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور)

[14] جنہیں امامِ جلیل، عارف باللہ سیدی عبدُ اللہ بن اسعد مکی یافعی شافعی رحمۃُ اللہ علیہ نے مرآۃُ الجِنان میں الشیخُ الامامُ الفقیہُ العالِمُ المُقرِّادی سے وصف کیا

قَالَ: أَخْبَرَنَا الشَّيْخَانِ؛ الشَّيْخُ أَبُو الْقَاسِمِ عُمَرُ بْنُ مَسْعُودٍ الْبَزَّارُ، وَالشَّيْخُ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ الْكِيمَاتِيُّ بِبَغْدَادَ سَنَةَ إِحْدَى وَتِسْعِينَ وَخَمْسِمِائَةٍ.

قَالَا: كَانَ شَيْخُنَا الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ يَمْشِي فِي الْهَوَاءِ عَلَى رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ فِي مَجْلِسِهِ، وَيَقُولُ: مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتَّى تُسَلِّمَ عَلَيَّ، وَيَجِيءُ السَّنَةُ إِلَيَّ فَتُسَلِّمُ عَلَيَّ وَتُخْبِرُنِي بِمَا يَجْرِي فِيهَا، وَيَجِيءُ الشَّهْرُ فَيُسَلِّمُ عَلَيَّ وَيُخْبِرُنِي بِمَا يَجْرِي فِيهِ، وَيَجِيءُ الْأُسْبُوعُ فَيُسَلِّمُ عَلَيَّ وَيُخْبِرُنِي بِمَا يَجْرِي فِيهِ، وَيَجِيءُ الْيَوْمُ فَيُسَلِّمُ عَلَيَّ وَيُخْبِرُنِي بِمَا يَجْرِي فِيهِ، وَعِزَّةِ رَبِّي إِنَّ السُّعَدَاءَ وَالْأَشْقِيَاءَ لَيُعْرَضُونَ عَلَى عَيْنِي فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ، أَنَا غَائِصٌ فِي بِحَارِ عِلْمِ اللهِ وَمُشَاهَدَتِهِ، أَنَا حُجَّةُ اللهِ عَلَيْكُمْ جَمِيعًا، أَنَا نَائِبُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَوَارِثُهُ فِي الْأَرْضِ.[15]

یعنی امامِ اَجَل حضرت ابو القاسم عمر بن مسعود بَزّاز اور حضرت ابو حفص عمر کیماتی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدُ القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجلس میں بَرُملا زمین سے بلند، کرہَوا (فضا) میں مشی (چلنا) فرماتے، اور ارشاد فرماتے: آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے، اور مجھے خبر دیتا ہے جو اس میں ہونے والا ہے۔ نیا مہینہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے، اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے، اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ نیا دن جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے، اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم! تمام سعید (نیک بخت) اور شقی (بدبخت) مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ میری آنکھ لوحِ محفوظ پر گئی ہے، یعنی لوحِ محفوظ میرے پیشِ نظر ہے۔ میں اللہ عزوجل کے علم و مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زَن ہوں۔ میں تم سب پر حُجتِ الٰہی ہوں۔ میں رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہوں، اور زمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضور کا وارث ہوں۔

(۲) شیخِ مُحقّق، علّامہ عبدُ الحق مُحدِّث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زُبدۃُ الآثار، ص ۸۱–۸۲ پر لکھتے ہیں کہ شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود بَزّاز اور شیخ ابو حفص عمر کیماتی رحمہمُ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ سیدنا عبدُ القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بادلوں میں سیر کر رہے تھے، اور آپ تمام اہلِ مجلس کے سروں پر تھے۔ تو آپ نے فرمایا: جب تک مجھے آفتاب (سورج) سلام نہ کرے، طلوع نہیں ہوتا۔ ہر سال اپنے آغاز سے پہلے میرے پاس آتا ہے، اور مجھے اہم واقعات سے آگاہ کرتا ہے۔ اسی طرح ماہ و ہفتہ میرے پاس آکر سلام کہتے ہیں، اور اس دوران جو چیزیں رونما ہونے والی ہوتی ہیں، مجھے آگاہ کرتے ہیں۔[16]

فائدہ: کُن کی کنجی اولیاءِ تکوین (کائناتی تصرّف رکھنے والے اولیاء) کی اصطلاح سے سمجھئے۔

التَّبْيِينُ فِي أَصْحَابِ التَّكْوِينِ: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بعض اولیاء تکوینی کہلاتے ہیں۔ یہ فقیر کے ایک رسالہ کا نام ہے۔ دلائل سے ثابت ہے کہ ان کے وجود کا ثبوت احادیثِ اَبدال میں ہے۔ فقیر نے اَبدال کے متعلق دو رسالے لکھے ہیں:

(۱) جَامِعُ الْكَمَالِ فِي أَحْوَالِ الْأَبْدَالِ (۲) ظُهُورُ الْكَمَالِ فِي وُجُودِ الْأَبْدَالِ (عربی)

---

15) (بهجة الأسرار ومعدن الأسرار، ذكر كلمات أخبر بها عن نفسه محدثاً بنعمة ربه ...، ص50، دار الكتب العلمية، 2002م)

16) (زبدۃ الآثار تلخیص بھجۃ الاسرار [مترجم]، ماہ و سال کی جنابِ غوثیت میں حاضری، ص 81 تا 82، مکتبہ نبویہ، لاہور، اشاعتِ اول: 2011ء)

حدیث شریف میں ہے، حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَا خَلَتِ الْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ مِنْ سَبْعَةٍ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ." [17](رواہ عبدُالرزاق فی مسندہ)

یعنی زمین پر ہمیشہ سات(۷)افراد ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہلِ ارض کی حفاظت فرماتا ہے۔

حوالہ جات اصحابِ تکوین

(1) مولانا شاہ عبدُالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

" حضرت امیر و ذُرّیتِ طاہرہ و تمام امت ہر مثال پیران و مرشداں می‌پرستند و امورِ تکوینیہ را بایشاں و ابستہ می‌دانند" [18]

ترجمہ: حضرت امیرُالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کی اہلِ بیتِ پاک رضی اللہ عنہم کو تمام اُمّت مُرشدوں کی طرح مانتی ہے، اور اُمورِ تکوینیہ (کائناتی تصرّفات) کو اُن کے ساتھ وابستہ جانتی ہے۔

(2) امام محمد بن عبدُالرحمن نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ہر نام اپنے معنی کے مناسب نہایت تصرّف کرنے والا ہے، اور اللہ کے کچھ بندے ہیں کہ جب اسماءِ الٰہیہ کے ساتھ متحقّق (متصف) ہوتے ہیں تو اشیاء اُن کے لیے تکوّن (وجود) پاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خبر دی، جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے۔ اور یہ رسولوں کے پیروں میں اس قدر کثرت سے جاری ہے کہ گنا نہ جائے۔ اس میں امام ابو العباس احمد اَقلیشی کی تفسیر ہے:

" قَالَ وَهَيْبُ بْنُ الْوَرْدِ – وَكَانَ مِنَ الْأَبْدَالِ –: «لَوْ قَالَ بِسْمِ اللهِ صَادِقًا عَلَى جَبَلٍ لَزَالَ». وَإِلَى هَذَا أَشَارَ بَعْضُ أَهْلِ الْإِشَارَاتِ فِي قَوْلِهِ: «بِسْمِكَ مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ كُنْ مِنْهُ». ". [19]

یعنی وہیب بن وَرد قدس سرہ، جو کہ اَبدال سے تھے، فرماتے تھے کہ اگر صدق والا (سچا بندہ) پہاڑ پر بِسمِ اللہ کہہ دے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔ اور اِسی طرح بعض اولیاءِ کرام نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا کہ عارف کا بِسمِ اللہ کہنا خالق کے کُن فرمانے کی جگہ ہے۔

اسی میں ہے: " وَعَدَّ الْحَاتِمِيُّ مِنَ الْكَرَامَاتِ أَسْمَاءَ التَّكْوِينِ؛ إِمَّا بِمَعْرِفَةِ الْأَسْمَاءِ، وَإِمَّا «اللهُ مِنْكَ بِمَنْزِلَةِ كُنْ مِنْهُ. «قَالَ: كَذَا أَشَارَ إِلَيْهِ بَعْضُ الْعَارِفِينَ بِـ«بِسْمِ» بِمُجَرَّدِ الصِّدْقِ، لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ التَّكْوِينِ، وَهُوَ صَحِيحٌ.. " [20]

یعنی امام محیِیُ المِلّۃ والدین حاتمی نے کرامات میں اشیاء کو موجود کر دینے کے ناموں کو شمار کیا ہے؛ خواہ اس طرح کہ وہ اسماء معلوم ہوں جن سے شے موجود ہو جاتی ہے، یا محض اپنے صدق سے، کیونکہ صادق کا بِسمِ اللہ کہنا خالق کے کُن فرمانے کی جگہ ہے۔ بعض اولیاء (جو خود اصحابِ تکوین میں سے تھے) نے اس کی طرف

---

[17] (الحاوي للفتاوي، الفتاوى الصوفية، الخبر الدال على وجود القطب والأوتاد والنجباء والأبدال، 2/ 297، دار الفكر للطباعة والنشر، سنة النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[18] (تحفۂ اثنا عشریہ، ص326، مطبوعہ کلکتہ، 1343ھ)

[19] (الأنوار اللامعات في الكلام على دلائل الخيرات، قوله (وَبِحَقِّ الِاسْمِ الَّذِي وَضَعْتَهُ عَلَى اللَّيْلِ فَأَظْلَمَ.. إلخ)، ص105، دار الكتب العلمية - بيروت، سنة النشر: 2010 م)

[20] (الأنوار اللامعات في الكلام على دلائل الخيرات، قوله (وَبِحَقِّ الِاسْمِ الَّذِي وَضَعْتَهُ عَلَى اللَّيْلِ فَأَظْلَمَ.. إلخ)، ص105، دار الكتب العلمية - بيروت، سنة النشر: 2010 م)

اشارہ فرمایا، اور یہ صحیح ہے۔

اصحابُ التکوین کی کرامات

حضرت سیّدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سیّدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر عنایت سے دولتِ اسلام سے نوازے گئے۔ آپ کا مزارِ مبارک بغداد کے علاقے کرخ میں ہے۔ فقیر بارہا مزارِ مبارک پر حاضر ہوا ہے اور ہر بار خوب روحانی سرور نصیب ہوا۔ حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابُ التکوین میں شمار ہوتے تھے۔ ذیل میں آپ کی چند مشہور کرامات ملاحظہ ہوں:

(۱) ڈاکو کی مغفرت اور قبولِ دعا: ایک مرتبہ ایک ڈاکو گرفتار ہوا۔ حاکم نے حکم دیا کہ اسے سولی (پھانسی) دے دی جائے۔ حکم کے مطابق اسے سولی پر لٹکا دیا گیا اور وہ سولی پر ہی انتقال کر گیا۔ ابھی اس کی لاش سولی پر ہی تھی کہ اسی طرف سے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا۔ لاش کو دیکھ کر آپ لرز گئے اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرنے لگے: "اے رحمٰن و رحیم! اس شخص نے اپنے کیے کی سزا دنیا میں ہی پالی ہے۔ تو غفور و رحیم ہے، اگر اس کی خطا معاف فرما دے اور دارین میں اسے عزت عطا فرمائے تو تیرے فضل کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔" اچانک ایک غیبی آواز بلند ہوئی جسے سارے شہر والوں نے سنا: "جو کوئی اس سولی والے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھے گا، وہ آخرت میں بڑا رتبہ پائے گا۔

یہ آواز سنتے ہی پورے شہر کے لوگ جمع ہو گئے، لاش کو فوراً سولی سے اُتارا، غسل و کفن دیا، نمازِ جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا۔ اسی رات ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور وہی ڈاکو نمازیوں کے ساتھ نہایت شاندار لباس میں موجود ہے۔ اس سے پوچھا گیا: "تجھے یہ عظیم مرتبہ کیسے ملا؟" اُس نے جواب دیا: "یہ سب حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا کا نتیجہ ہے، جسے اللہ ربّ العزت نے قبول فرمالیا اور میری مغفرت فرمادی۔"[21]

(۲) کُتے کو کھانا اور پرندے کا ادب: حضرت کے ماموں شہر کے حاکم تھے۔ ایک روز اُن کا گزر جنگل سے ہوا۔ وہاں اُنہوں نے دیکھا کہ حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے روٹی تناول فرما رہے ہیں اور قریب بیٹھے ہوئے ایک کُتے کو بھی روٹی کھلا رہے ہیں۔ ماموں نے کہا: "آپ کُتے کے قریب بیٹھ کر کیوں کھانا کھا رہے ہیں؟" حضرت نے سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ایک پرندہ فضا میں اُڑ رہا ہے۔ آپ نے اُسے آواز دی۔ حکم پاتے ہی وہ پرندہ نیچے اُتر آیا اور آکر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا، مگر شرم کے باعث اُس نے اپنی چونچ اور آنکھیں اپنے پَروں سے چُھپالیں۔ حضرت نے فرمایا: "دیکھو! جو شخص خدائے تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے، ہر چیز اُس سے شرم کرتی ہے۔" یہ منظر دیکھ کر آپ کے ماموں نہایت شرمندہ ہوئے۔[22]

(۳) بدکار نوجوانوں کی توبہ: ایک روز حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ دریائے دَجلہ کے کنارے نوجوانوں کی ایک جماعت دیکھی جو فِسق و فُجور میں مبتلا تھی۔ ساتھیوں نے عرض کیا: "حضور! اِن کے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اِنہیں غرق کر دے تاکہ اِن کی نحوست پھیلنے نہ پائے۔" حضرت نے فرمایا: "تم سب اپنے ہاتھ اُٹھاؤ، میں دعا کرتا ہوں اور تم صرف آمین کہنا۔" سب نے ہاتھ اُٹھائے۔ حضرت نے دعا فرمائی: "اے اللہ! جس طرح تو نے اِنہیں اِس دنیا میں عیش و عشرت دی ہے، اسی طرح آخرت میں بھی اِنہیں عیش و راحت عطا فرما۔" یہ دُعا سن کر ساتھیوں کو تعجب ہوا۔ اُنہوں نے وجہ پوچھی تو حضرت نے فرمایا: "ذرا ٹھہرو، میرا مقصد ابھی ظاہر ہو جائے گا۔" کچھ ہی دیر بعد اُن

---

[21] (بُستانِ اولیاء، ص212، سلطان حسین اینڈ سنز ناشران و تاجران، 1962ء)

[22] (تذکرۃ الاولیاء [مترجم]، باب29: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب، ص159، کمرشل بک ڈپو، چار مینار، حیدر آباد، ہند)

نوجوانوں کی نظر حضرت پر پڑی۔ فوراً اُنہوں نے اپنے باجے توڑ دیے، شراب بہادی، زار و قطار رونے لگے، حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور سچے دل سے توبہ کرلی۔ حضرت نے فرمایا: "دیکھ لیا! یہی میرا مقصد تھا، بغیر اِس کے کہ وہ غرق ہوں یا کسی کو تکلیف پہنچے۔"[23]

(۴) تجہیز و تکفین: منقول ہے کہ جب حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو مختلف اقوام نے دعویٰ کیا کہ ہم آپ کا جنازہ اُٹھائیں گے۔ یہودی، نصرانی اور مسلمان سب دعویدار تھے۔ حضرت کے خادم نے کہا: "حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ جس قوم سے جنازہ زمین سے اُٹھ جائے، وہی میری تجہیز و تکفین کرے۔" سب سے پہلے یہودیوں نے کوشش کی مگر سخت جِد و جُہد کے باوجود جنازہ نہ اُٹھا سکے۔ پھر نصرانیوں نے کوشش کی، وہ بھی ناکام رہے۔ آخر کار مسلمانوں نے جنازہ اُٹھایا، جو بآسانی اُٹھ گیا، اور مسلمانوں ہی نے آپ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کی۔[24] (مسالک السالکین)

سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اصحابُ التکوین میں سے ہیں، بلکہ آپ ہی سیدُ الطائفہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ایک مُرید، جو بصرہ میں رہتا تھا، کے دل میں ایک روز گناہ کا خیال پیدا ہوا۔ یہ خیال آتے ہی اُس کا پورا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ جب اُس نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو بہت گھبرایا اور شرم و ندامت کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنا بھی تَرک کر دیا۔ تین روز کے بعد اُس کے منہ کی سیاہی کم ہونے لگی اور بالآخر مکمل طور پر دور ہو گئی، اور اُس کا چہرہ دوبارہ روشن ہو گیا۔ اُسی روز ایک شخص آیا اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا خط لایا۔ خط پڑھا تو اُس میں تحریر تھا: "اپنے دل کو قابو میں رکھو اور بندگی کے دروازے پر اَدب سے رہو، کیونکہ آج مجھے تین دن و رات سے دھوبی کا کام کرنا پڑا کہ تمہارے منہ کی سیاہی دور ہو۔"[25]

کمالات اور تدبیرِ کائنات: کُن مکن کے شعبوں میں تدبیرِ کائنات (کائنات کی ترتیب و انتظام) بھی شامل ہے، اِسی طرح اِحیاء (جِلانا) و امامت (مارنا) اور تقدیر وغیرہ۔ یہ سُن کر بعض منکرینِ کمالاتِ انبیاء و اولیاء چیخ اُٹھتے ہیں کہ "پھر اللہ تعالیٰ کو اِختیار نہ رہا!" ہم کہتے ہیں: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے، اور انبیاء و اولیاء کے کمالات میں سے ایک معمولی کمال ہے۔ تدبیرِ کائنات کے اِختیارات فرشتوں کو بھی دیے گئے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

"فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا" (سورۃ النّازعات، آیت ۵) یعنی قسم اُن فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے۔

دیوبندی حکیم الامت، مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: "قسم اُن فرشتوں کی، پھر ہر اَمر کی تدبیر کرتے ہیں۔"[26]

جب تدبیرِ دُنیا (دنیا کے نظام) کے اِختیارات خود اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سپرد فرمائے ہیں تو لازم آئے گا یقیناً انبیاء و رُسُل علیہمُ السلام اور خصوصاً سیدُ الانبیاء، حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُن سے کہیں زیادہ تدبیرِ کائنات کے اِختیارات حاصل ہیں، اور فرشتوں کو تدبیرِ دُنیا کے اختیارات دینے سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (دستِ قدرت) خالی نہیں ہوتا تو حضراتِ انبیاء و رُسُل علیہمُ السلام یا سیدی حضور غوث پاک قدس سرہ کو تدبیرِ کائنات کے اِختیارات دینے سے کس طرح اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (دستِ قدرت) خالی ہو گیا؟ یا اُس قادرِ مطلق کے دستِ قدرت میں کیوں کچھ نہ رہا؟ تو جیسے ملائکہ کرام کے لئے عطائے الٰہی (اللہ کی طرف سے عطا) ہے، ایسے ہی انبیاء و اولیاء کے لئے عطائے الٰہی تسلیم کر لیا جائے تو توحید میں کون سا فرق پڑتا ہے۔ لیکن عداوت (دشمنی) و بغض (کینہ) کا علاج کون کرے۔

---

23) (لواقح الانوار القدسية في بيان العهود المحمدية وبحر المورود في المواثق والعهود، ص 359، المطبعة اليمنية، 1891م)

(تذکرۃ الاولیاء [مترجم]، باب 29: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب، ص 159، کمرشل بک ڈپو، چار مینار، حیدر آباد، ہند)

24) (تذکرۃ الاولیاء [مترجم]، باب 29: حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب، ص 160، کمرشل بک ڈپو، چار مینار، حیدر آباد، ہند)

25) (تذکرۃ الاولیاء [مترجم]، باب 43: حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب، ص 198، کمرشل بک ڈپو، چار مینار، حیدر آباد، ہند)

26) (بیان القرآن ترجمہ تھانوی صاحب، ص 931، مطبوعہ شیخ برکت علی اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور)

احیاءُالموتی: ایسے ہی مردوں کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کی صفت ہے، لیکن خود اللہ عزوجل اپنے پیارے نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: "وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي" (سورۃ آلِ عمران، آیت ۴۹)

ترجمہ: اور جب تو بناتا ہے مٹی سے پرندے کی شکل میری پروانگی (اجازت) سے، پھر پھونک مارتا ہے اُس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرندہ میری پروانگی سے، اور تو اچھا کرتا ہے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے، اور جب تو قبروں سے مردے زندہ نکالتا ہے میری پروانگی سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "إِنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ"

(سورہ: آلِ عمران، آیت نمبر: ۴۹)

ترجمہ: میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت، پھر پھونکتا ہوں اُس میں تو وہ ہو جاتا ہے پرندہ اللہ کی پروانگی سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور بگڑے بدن والے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں جمع رکھتے ہو، اور تاکہ حلال کردوں میں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحانَ اللہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: (۱) خلق (پیدا) کرتا ہوں۔ (۲) شفا دیتا ہوں۔ (۳) مُردے جِلاتا ہوں۔ (۴) بعض حراموں کو حلال کرتا ہوں۔

فائدہ: یہ جملہ اُمورِ خدائی کام ہیں لیکن عیسیٰ علیہ السلام اپنے لئے فرمارہے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو عطائے الٰہی ہے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

مارنا: مارنا اللہ تعالیٰ کی شان ہے، خود فرماتا ہے: "اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ" (الزمر: ۴۲) **ترجمہ:** اللہ ہے جو موت دیتا ہے جانوں کو۔

مگر خود ہی فرماتا ہے: "قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ" (سورہ: السجدۃ، آیت نمبر: ۱۱)

ترجمہ: کیا وہ تمہیں موت دیتا ہے؟ وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

نیز فرمایا: "تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا" (الأنعام: ۶۱) **ترجمہ:** موت دی اسے ہمارے رسولوں نے۔

دیکھیں یہاں اللہ عزوجل خود قرآنِ عظیم میں فرمارہا ہے کہ موت فرشتہ دیتا ہے اور موت دی ہمارے رسولوں نے۔

فائدہ: ان تینوں آیات کو غور سے پڑھ کر فیصلہ فرمایئے کہ اللہ فرماتا ہے نفسوں کو خود اللہ مارتا ہے، پھر فرمایا ملک الموت مارتا ہے، پھر فرمایا ملائکہ مارتے ہیں۔ اس میں بھی یہی کہا جائے گا: حقیقی مارنے والا اللہ ہے۔ ملک الموت اور ملائکہ کرام کا موت دینا اللہ کی عطا سے ہے۔ تو یہی قاعدہ یونہی مان لو کہ حقیقی کام اللہ کے ہیں، انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

مددگار ہونا: اللہ تعالیٰ کی شان ہے، وہی حقیقی مددگار اور کارساز ہے۔ قرآنِ عظیم میں ہے:

"مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ" (سورۃ الکھف، آیت نمبر ۲۶) **ترجمہ:** اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

نیز سورۃ فاتحہ میں فرمایا: "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" (الفاتحہ:4) **ترجمہ:** ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ خود کو مدد گار فرماتا ہے، لیکن خود ہی فرماتا ہے:

"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ"(المائدہ:۵۵)

ترجمہ: اے مسلمانو! تمہارا مدد گار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ رسول اور نیک بندوں کو بھی مدد فرمانے والا فرمارہا ہے اور فرماتا ہے:

"فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ" (سورۃ التحریم، آیت ۴)

ترجمہ: بے شک اللہ اپنے نبی کا مدد گار ہے، اور جبریل اور نیک مسلمان، اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔

یہاں اللہ عزوجل نے سیدنا جبریل علیہ السلام اور نیک بندوں کو مدد گار فرمایا۔

رزق دینا: حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کی شان ہے، خود فرماتا ہے: "قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"(سورۃ یونس، آیت ۳۱)

ترجمہ: اے نبی! ان کافروں سے فرمادو: کون ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے،

لیکن خود ہی اللہ فرماتا ہے:

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا" (سورۃ النساء، آیت ۵)

ترجمہ: نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمہاری ٹیک (سہارا) بنائے ہیں نہ دو، اور انہیں ان میں سے رزق دو اور کپڑے پہناؤ، اور ان سے اچھی بات کہو۔

نیز فرمایا: "وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا" (سورۃ النساء، آیت ۸)

ترجمہ: جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انہیں ان میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کرو۔ ان آیات میں خود اللہ تعالیٰ بندوں کو کہتا ہے: تم رزق دو۔

حدیث شریف میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا"[27]

یعنی جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اس کو رزق دیا۔ (ابوداؤد، الحاکم، بسند صحیح، عن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

قاسمِ ہر نعمت، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں: "اِصْبِرُوا وَابْشِرُوا فَإِنِّي قَدْ بَارَكْتُ عَلَى صَاعِكُمْ وَمُدِّكُمْ"[28]

یعنی صبر کرو اور خوش ہو جاؤ، بے شک میں نے تمہارے رزق کے پیمانوں پر برکت دی ہے۔ (سند آعن امیر المؤمنین)

تدبیر کرنا: قرآنِ مجید میں ہے: "وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ" (سورۃ یونس، آیت ۳۱)

---

[27] (سنن أبي داود، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في أرزاق العمال، 134/3، الحديث2943، المكتبة العصرية)

(المستدرك على الصحيحين، كتاب الزكاة، لا يدخل صاحب مكس الجنة، 26/2، الحديث1512، دار المعرفة، سنة النشر: 1418هـ/1998م)

[28] (البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند عمر بن الخطاب رضي الله عنه، ما روى ابن عمر عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، ما روى سالم عن ابن عمر عن عمر، وما روى عمرو بن دينار قهرمان دار الزبير عن سالم عن أبيه عن عمر، 241/1، الحديث127، مكتبة العلوم والحكم، سنة النشر: 1424هـ/2003م)

قرآنِ کریم کہتا ہے یہ صفت اللہ کی ہے، کافر و مشرک تک اس کا اِختِصاص (خصوصیت رکھنا) جانتے ہیں۔ اگر اُن سے پوچھا جائے کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائیں گے۔

لیکن خود ہی فرماتا ہے: "فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا" (سورۃ النازعات، آیت ۵) **ترجمہ:** قسم اُن فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے۔

معالم التنزیل شریف میں ہے:

" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَكُلُوا بِأُمُورٍ عَرَّفَهُمُ اللهُ - عَزَّ وَجَلَّ - الْعَمَلَ بِهَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَابِطٍ: يَدَبِّرُ الْأُمُورَ فِي الدُّنْيَا أَرْبَعَةٌ: جِبْرِيلُ، وَمِيكَائِيلُ، وَمَلَكُ الْمَوْتِ، وَإِسْرَافِيلُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

أَمَّا جِبْرِيلُ فَمُوَكَّلٌ بِالرِّيَاحِ وَالْجُنُودِ، وَأَمَّا مِيكَائِيلُ فَمُوَكَّلٌ بِالْقَطْرِ وَالنَّبَاتِ، وَأَمَّا مَلَكُ الْمَوْتِ فَمُوَكَّلٌ بِقَبْضِ الْأَرْوَاحِ، وَأَمَّا إِسْرَافِيلُ فَهُوَ يُنَزِّلُ بِالْأَمْرِ عَلَيْهِمْ. "[29]

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مُدَبِّرَاتُ الْاَمر[30] ملائکہ ہیں جنہیں ان کاموں پر مقرر کیا گیا جن کی کاروائی اللہ عزوجل نے اُنہیں تعلیم فرمائی۔ عبد الرحمن بن سابط نے فرمایا دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں: جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جبریل ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں، میکائیل باران (بارش) اور روئیدگی (اُگنے) پر، عزرائیل قبضِ ارواح پر، اور اسرافیل احکام لے کر اُترتے ہیں۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

اللہ اکبر! قرآنِ عظیم وہابیوں پر ایک سے ایک سخت آفت ڈالتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہماری اس جامع تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے، اور وہ اپنے رب کے فضل و کرم اور عطا سے زندہ کرنا، شفا دینا، رزق میں برکت دینا، اولاد دینا وغیرہ کے اِختیارات رکھتے ہیں۔ اور جو کمالات تمام انبیاء و رُسُل و ملائکہ و صحابہ و اولیاء علیہم السلام و رضی اللہ عنہم و قُدِّست اَسرارُہم میں ہیں، سارے جہاں کے سارے کمالات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہیں۔

حُسنِ یوسف، دَمِ عیسی، یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری[31]

اور بانیِ مدرسۂ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ترے کمال کسی میں نہیں، مگر دو چار[32]

---

29) (تفسير البغوي، سورة النازعات، تفسير قوله تعالى "فالسابقات سبقا، 325/8، دار طيبة)

(الجامع لشعب الإيمان، الثالث من شعب الإيمان، وهو باب في الإيمان بالملائكة، فصل في معرفة الملائكة، 316/1، الحديث 156، مكتبة الرشد، سنة النشر: 1423ھ/2003م)

30) اللہ کے حکم سے کائنات کا انتظام و انصرام کرنے والے فرشتے نیز ارواحِ قدسیہ (ن اویسی)

31) (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس یوسف علیہ السلام جیسا حسن، عیسیٰ علیہ السلام جیسا دم (زندگی بخشنے والی پھونک) اور موسیٰ علیہ السلام جیسا روشن ہاتھ (یدِ بیضا) ہے۔ وہ تمام خوبیاں جو تمام حسینوں میں الگ الگ ہیں، وہ سب کی سب اکیلے آپ کی ذات میں موجود ہیں۔ (ن اُویسی)

32) (قصائدِ قاسمی از قاسم نانوتوی، قصیدہ بہاریہ در نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص 5، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، 1360ھ)

فائدہ: غور فرمایئے کہ قرآنِ مجید کی روشنی میں زندہ کرنے اور شفا دینے کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف، اولاد دینے کی نسبت حضور علیہ السلام اور دیگر مسلمانوں کی طرف، مارنے کی نسبت ملکُ الموت اور فرشتوں کی طرف، مددگار ہونے کی نسبت رسول اور جبرئیل اور خواص مسلمانوں کی طرف ہے یا نہیں۔ اگر کوئی کہے نہیں تو اُس نے قرآنِ عظیم کو جھٹلایا، اور اگر کہے ہے تو یہ بتایا جائے کہ یہ حقیقی ہے یا مجازی، ذاتی ہے یا عطائی؟

"مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا" یعنی جو تمہارا جواب وہی ہمارا جواب ہے۔

کرامت: دیوبندی حکیمُ الاُمّت جناب مولوی اشرف علی تھانوی، جمالُ الاولیاء، ص ۲۲ پر لکھتے ہیں: "علامہ تاجُ الدین سبکی نے طبقاتِ کبریٰ میں بیان کیا ہے شیخ عبد القادر کی حکایت لکھی ہے کہ آپ نے گوشت کھالینے کے بعد مرغ کی ہڈیوں کو فرمایا کہ اس خدا کی اجازت سے اُٹھ کھڑی ہوں جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتے ہیں تو مرغ اُٹھ کھڑا ہو گیا تھا۔"[33]

بیماریوں سے تندرست کر دینا: جیسا کہ حضرت سِری سقطی سے ایک بزرگ کے قصہ میں روایت ہے جو ان سے ایک پہاڑ پر ملے تھے کہ وہ اپاہج اور اندھوں اور دوسرے بیماروں کو تندرست کر دیا کرتے تھے، اور جیسے کہ شیخ عبدُ القادر رحمۃُ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مجبور محض، فالج زدہ، اندھے اور کوڑھی بچے کو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے کھڑا ہو جا۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس کا کوئی مرض باقی نہ رہا۔[34] (جمالُ الاولیاء، ص ۲۴)

مردہ زندہ کرنے کے متعدد واقعات: دیوبندی حکیمُ الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب جمالُ الاولیاء میں علامہ تاجُ الدین سبکی نے طبقاتِ کبریٰ میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔

۱۔ مردوں کو زندہ کرنا، اور دلیل میں ابو عبید یسری کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اُن کی سواری کو زندہ فرما دے، اور حق تعالیٰ نے (اس کو اُن کی دعا سے) زندہ فرمایا تھا، اور مفرجد مامینی کا قصہ ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بھنے ہوئے پرندوں کے بچوں کو فرمایا تھا اُڑ جاؤ تو وہ اُڑ گئے تھے، اور شیخ ابدال کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ اُن کے پاس آ گئی۔ اور شیخ ابو یوسف دہمانی کا واقعہ کہ آپ ایک مردہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی اجازت سے اُٹھ جا، تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور پھر عرصۂ دراز تک زندہ رہا، اور شیخ زینُ الدین فاروقی شافعی مدرسِ شامیہ کا قصہ بھی لکھا ہے، جس کے متعلق علامہ سبکی یہ کہتے ہیں کہ میں نے اس قصہ کو ان کے صاحبزادہ، اللہ تعالیٰ کے ولی، شیخ فتح الدین یحیٰ سے سنا ہے، کہ ان کے گھر میں ایک چھوٹا سا بچہ چھت سے گر گیا اور مر گیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے

---

33) (جمال الاولیاء از اشرف علی تھانوی، مطلب دوم: کرامات کی قسمیں، النور بابتہ ماہ محرم الحرام 1360ھ، ص 22، مکتبہ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور)

34) (جمال الاولیاء از اشرف علی تھانوی، مطلب دوم: کرامات کی قسمیں، النور بابتہ ماہ محرم الحرام 1360ھ، ص 23، مکتبہ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور)

دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اُسے زندہ کر دیا تھا۔[35] (جمال الاولیاء، ص ۲۳)

دیوبندی فرقہ کا حال: شعر مذکور پر دیوبندیوں نے اعتراض کیا اور فتوی جھڑ دیا کہ یہ شعر شرکیہ ہے۔ ہم ذیل میں چند شواہد دیوبندیوں کے اکابر کے پیش کر کے پوچھتے ہیں: کیا وہ مضامین شرک ہیں یا نہیں؟ یاد رہے کہ ہم نے انبیاء ورُسل علیہم السلام کو اتنا ہی مانا ہے جتنا قرآن وحدیث کے روشن دلائل اور واضح شواہد سے ثابت ہے، لیکن وہابیہ دیوبندیہ کی عادت ہے کہ وہ محبوبانِ خدا و مقبولانِ بارگاہ کے خداداد فضائل و کمالات کے گھٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، اور پھر حیرت اِس بات کی ہے کہ جو اِختیارات یہ لوگ حضور نبی اکرم رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ کے لئے ماننے کے لیے تیار نہیں، وہ اپنے مولویوں میں بدرجۂ اَتم مانتے ہیں اور اُس کو ایمان و اسلام جانتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ زندہ کرنا، مارنا، شفا دینا وغیرہ سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کسی قیمت پر کسی عنوان سے ماننے کو تیار نہیں۔ ذاتی اور عطائی، حقیقی اور مجازی اختیارات کی تفریق تسلیم کرنے کو تیار نہیں، لیکن جہاں ان کے اپنے خود ساختہ قطبُ العالم رشید احمد گنگوہی کا نام آگیا فوراً پکار اُٹھیں گے۔

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا　　اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم[36] (مرثیہ گنگوہی، ص ۳۶)

یعنی اے ابن مریم عیسی علیہ السلام آپ نے تو ایک ہی کام کیا کہ مُردوں کو زندہ کیا لیکن ہمارے قُطبِ عالم نے ڈبل کام کیا مُردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ یہ ہے دیوبندیوں کے قطب عالم کا عقل و ادراک سے وراکام کہ مُردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ جب گنگوہی صاحب نے کسی کو مرنے ہی نہ دیا تو مُردوں کو زندہ کیسے کر دیا؟ زندہ تو وہ ہوتا ہے جو مر گیا ہو لیکن جب گنگوہی نے کسی کو مرنے ہی نہ دیا تو زندہ کس کو کر دیا گیا اور وہ خود اور اُن کی زندگی میں مولوی قاسم نانوتوی صاحب بانی مدرسہ دیوبند کیسے مر گئے؟ اس فلسفہ کو اگر گنگوہی صاحب اپنے آپ کو بھی نہ مرنے دیتے تو وہی سمجھاتے۔ اس عُقدہ (پیچیدہ مسئلے) کا حل وہابیوں، دیوبندیوں کے بس کا روگ نہیں۔ البتہ وہ اتنا ضرور بتا سکتے ہیں کہ مُردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مرنے نہ دینا کُن مکن کے اختیارات سے بھی دو ہاتھ آگے ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اِختیار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا رِزق دینا تو خالص سو فی صد شرک ہے لیکن دیوبندی قطب گنگوہی صاحب کی قدرت اور اِختیار کا یہ عالم ہے کہ کوئی چھوٹا موٹا دیوبندی نہیں بلکہ شیخ الہند مولوی محمود الحن دیوبندی کہتے ہیں:

خدا اُن کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے　　مرے (میرے) مولا مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی[37]

فائدہ: مُربّی یا تو پالنے والے کو کہتے ہیں یا سرپرست (نگہبان) کو۔ اگر پہلا مُراد معنی لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ نے صرف اور صرف مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو پالا، اور مولوی رشید گنگوہی صاحب نے ساری خَلقَت کو پالا، کیوں خلَائِق جمع خَلق (مخلوق) کی ہے، جس میں جِن واِنس (جنّات اور انسان) اور فرشتے، چرند و پرند (جانور اور پرندے) سب داخل ہیں۔ گویا سب کا رزق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فراہم کرتے تھے۔ اور اگر دوسرے معنی مراد لیے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ صرف مولوی رشید احمد کا سرپرست خدا تعالیٰ ہے، اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی پوری خَلقَت کے سرپرست ہیں، جن میں انبیاء و

---

35) (جمال الاولیاء از اشرف علی تھانوی، مطلب دوم: کرامات کی قسمیں، النور بابتہ ماہ محرم الحرام 1360ھ، ص 22، مکتبہ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور)

36) (مرثیہ از محمود حسن صاحب، ص 23، ناشر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند یوپی)

37) (مرثیہ ز محمود حسن صاحب، ص 9، ناشر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند یوپی)

رُسُل (پیغمبر)، ملائکہ (فرشتے)، جن وانس وغیرہ بھی شامل ہیں۔ (معاذ اللہ)

نیز دیوبندی حکیمُ الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے ترجمۂ قرآن شائع کردہ شیخ برکت علی اینڈ سنز، لاہور کے ص ۲ پر " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " (الفاتحہ:1) کا ترجمہ یوں کیا ہے: "سب تعریفیں اللہ کو لائق ہیں جو مربی ہیں ہر ہر عالم کے۔" گویا اللہ تعالیٰ مُربی (پالنے والا) ہر ہر عالم کا، اور دیوبندی قطبِ عالم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مربیِ خلائق۔ خلائق جمع ہے خلق (مخلوق) کی، یعنی پوری خلقت کے پالنے والے۔ بغیر رزق کے کوئی کس طرح پل سکتا ہے؟ تو مطلب یہ ہوا کہ پوری خَلقَت کو رزق دینے والے جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ یہ سو فیصد خالص شرک نہیں تو اور کیا ہے؟

شِفا دینا: یہ بھی دیوبندی حضرات اپنے مولویوں کے دستِ قدرت (اِختیار) میں ہی نہیں بلکہ اُن کی قبر کی مٹی میں بھی شفا مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مولوی معین الدین صاحب، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، استاد مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعدِ وفات واقع ہوئی، بیان فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ[38] میں جاڑا بُخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا، اُسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اِس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں، تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے): آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مُصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو کہ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے، ایسے ہی پڑے رہو۔ لوگ جو تاپنے تمہارے اُوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اُسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شُہرت آرام کی ہوئی تھی، ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔[39] (ارواحِ ثلاثہ، ص ۳۷۵، حکایت: ۳۲۶)

تمام دیوبندی علماء مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو حکیمُ الاُمّت مانتے ہیں۔ بتایا جائے اُن حکیمُ الاُمّت صاحب سے کسی کو شفا حاصل ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر حکیم کیسا؟ اگر شفا ہوئی تو اُن میں خدائی قدرت ماننا شرک ہے یا نہیں؟

ہمارا سوال: بتایئے کہ زندہ کرنا، مارنا، رزق دینا، شفا دینا یہ سب اختیار تو دیوبندی مولویوں کے قبضہ میں ہیں۔ اُنہوں نے عطائی (عطا کردہ) یا مجازی (غیر حقیقی) کی اوٹ (آڑ) بھی نہیں لی۔ دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے دستِ تصرّف (اِختیار) میں کیا باقی رہا؟ کیا یہ بات دیوبندی اپنے اکابِر سے پوچھ کر بتا سکتا ہے؟ یا معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا سیدنا غوثِ پاک قدس سرہ کو اِختیار فرمانے سے ہی اللہ تعالیٰ بے اِختیار ہو جاتا ہے اور اس کے دستِ تصرف میں کچھ نہیں رہتا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ ارفع میں یہ کہہ دیا:

ان کا حکم جہاں میں نافذ　　قبضہ کُل پر رکھاتے یہ ہیں
قادرِ کُل کے نائبِ اکبر　　کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب اپنے مربیٔ خلائق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حکم کی عظمت اور کُن مکن کے اختیار کی قدرت

---

38) بھارت کا ایک رہائشی علاقہ جو ریاست اتر پردیش کے ضلع سہارنپور میں واقع ہے۔

39) (ارواحِ ثلثہ، حکایت نمبر 363، ص 257، ناشران وتاجران کتب المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور)

یوں بیان کرتے ہیں: نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا ان کا جو حکم تھا، تھا سیف قضائے مبرم[40]

سرکار اعلحضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں عرض کیا: "ان کا حکم جہاں میں نافذ۔" تو قیامت ٹوٹ پڑی لیکن دیوبندی شیخ الہند مولوی محمود الحسن بڑے ہی وُثوق و اعتماد اور یقینِ کامل کے ساتھ جُنون اور اِنتہائی مبالغہ کی کیفیت میں مکرّر مکرّر (بار بار) کہہ رہے ہیں: نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا ان کا جو حکم تھا، تھا سیف قضائے مبرم

قضائے مُبرم کا معنی ہے نہ ملنے والا حکم اور سیف بمعنی تلوار۔ یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا حکم نہ ملنے والے حکم کی تلوار کا تھا۔ بتایئے مولوی محمود الحسن صاحب کُن فیکون کے اختیار سے کتنا آگے بڑھے جارہے ہیں اگر یہی شعر سیدنا اعلحضرت بریلوی علیہ الرحمہ اپنے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی شانِ ارفع میں کہہ دیتے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تو ایسا ہے کہ

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا ان کا جو حکم تھا، تھا سیف قضائے مبرم

تو شرک کدہ دیوبند سے شرک کے ہزاروں فتاوی جاری ہو جاتے لیکن مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مر گئے اور مولوی محمود الحسن صاحب نے مرثیہ لکھا اور ایسے اشعار لکھے جو سراسر بقول ان کے شرکیہ ہیں لیکن کسی نے فتوی صادِر نہ فرمایا۔

سوالات وجوابات

تمہید: مخالفین کے سوالات سے پہلے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ان کی عادت ہے کہ سطحی طور پر عامیانہ (عوامی) طریقہ سے سوال کر دینا، جس سے بے علم و جاہل عام آدمی جلد متاثر ہو جائے، حالانکہ اُصولی لحاظ سے حقیقت میں سوال ہوتا ہی نہیں، یا کبھی مسئلہ کے مختلف اطوار (پہلوؤں) میں سے کسی ایسے طریقہ کو لے کر سوال کر دینا جو درحقیقت ہم بھی اس کے خلاف ہوتے ہیں، لیکن وہ چونکہ توضیح طلب مسئلہ ہوتا ہے، اس لئے توضیح (وضاحت) کے بعد مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اب پڑھیئے ان کے سوالات۔

سوال: تکوین تو اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے، تو پھر یہ صفت انبیاء واولیاء کے لئے ماننا شرک نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ سیدنا مجدد الفِ ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "تکوین یکی از صفات حقیقیه واجب الوجود است تعالی و تقدس اشاعره، تکوین را از صفات اضافیه می دانند، و قدرت ارادت را در ایجاد عالم کافی می انگارند، اما حق آنست که تکوین صفت حقیقیه علیحده است، ماورای قدرت و ارادت"[41]

ترجمہ: "واجبُ الوجود (اللہ) کی حقیقی صفات میں سے تکوین ایک صفت ہے۔ اَشاعرہ (ایک گروہ) تکوین کو اضافی صفات میں سے جانتے ہیں، اور قدرت و ارادہ کو عالم کی پیدائش میں کافی سمجھتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ قدرت وارادہ کے علاوہ تکوین ایک علیحدہ حقیقی صفت ہے۔"

جواب: مذکورہ بالا عبارت میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ بعطاءِ الٰہی کسی کو بھی تکوین کے مجازی (غیر حقیقی) اِختیار بھی حاصل نہیں۔ اگر ذاتی وعطائی، حقیقی ومجازی کا فرق ملحوظ نہ رکھا گیا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بحکمِ الٰہی مُردے جِلانا، شفا دینا وغیرہ سے اس کی مُطابقت کیسے ہو سکے گی، اور عیسیٰ علیہ السلام کو خداوندِ تعالیٰ کی طرف سے تکوین کے حاصل اِختیار کا انکار کر کے قرآنِ مجید کا (معاذ اللہ) اِنکار کرنا پڑے گا، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کے پرندے بنانا اور پھونک مار کر اللہ

---

40) (مرثیہ گنگوہی، ص25، شائع کردہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند-یوپی)

41) (مبداء ومعاد از مجدد الف ثانی، 41-منھا، ص64، ادارہ مجددیہ، ناظم آباد3، کراچی)

کے حکم سے اُڑانا ثابت ہے۔ ہماری اس بات کا ثبوت حدیثِ شریف میں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے:

" مَا جَاءَ فِي تَخْلِيقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْخَلَائِقِ، وَهُوَ فِعْلُ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَأَمْرُهُ، فَالرَّبُّ بِصِفَاتِهِ وَفِعْلِهِ وَأَمْرِهِ وَكَلَامِهِ، وَهُوَ الْخَالِقُ الْمُكَوِّنُ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَمَا كَانَ بِفِعْلِهِ وَأَمْرِهِ وَتَخْلِيقِهِ وَتَكْوِينِهِ فَهُوَ مَفْعُولٌ مَخْلُوقٌ مُكَوَّنٌ. "[42]

(صحیح بخاری، جلد۹، ص۱۲۵)

یعنی تکوین سے جس کو ملا وہ مفعول ہے، مخلوق ہے، اس کی تکوین ہوئی ہے، وہ خود صاحبِ تکوین (تکوین کا ذاتی مالک) نہیں۔ مکوّنِ حقیقی صرف خدا ہے۔

فائدہ: بخاری شریف کی حدیثِ پاک کس شدّ و مدّ کے ساتھ ہمارے موقف کی تائید کر رہی ہے۔ مثلاً خدا کے فعل، اَمر اور تکوین سے جس کو جو ملا وہ مفعول ہے، مخلوق ہے۔ اس میں عطا کا ذکر ہے، اور ترجمہ میں یہ الفاظ واضح طور پر موجود ہیں کہ "مکونِ حقیقی صرف خدا ہے"۔ اس میں کس کو انکار ہے؟ مکونِ حقیقی بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس میں مجازی کی نفی نہیں، حقیقی کی نفی ہے، اور دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا جہالت ولاعلمی ہے۔

سوال: شرحِ فقہِ اکبر، ص۱۲۴ میں ہے: "التَّكْوِينُ قَدِيمٌ، وَالْمُتَعَلَّقُ بِهِ هُوَ الْمُكَوَّنُ، وَهُوَ حَادِثٌ. "[43] یعنی جس کی تکوین ہوئی وہ حادِث (نیا پیدا کیا ہوا) ہے، مخلوق ہے، لیکن تکوین کی صفت خود قدیم (ہمیشہ سے) ہے۔ کسی کی شانِ تکوین کا خود اقرار کرنا اُسے قدیم اور خدا ماننا ہے۔

"فَالصِّفَاتُ الْأَزَلِيَّةُ عِنْدَنَا ثَمَانِيَةٌ. "[44] (شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری، ص۲۵) یعنی تو صفاتِ ازلیہ ہمارے نزدیک کُل آٹھ ہیں۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ تکوین اللہ کی اَزلی اور قدیم صفت ہے، تو پھر اسے انبیاء اولیاء کے لئے کیسے مانا جا سکتا ہے۔

جواب: پہلے سوال اور اِس میں کوئی خاص فرق نہیں۔ ہم نے پہلے بھی کہا ہے کہ اللہ کی صفاتِ اَزلیہ (ہمیشہ سے قائم) قدیمہ (قدیم) ہیں، اِس میں کسی کو شک نہیں، لیکن وہی صفات اللہ نے اپنے بندوں کے لیے بھی خود بتائیں۔ مثلاً وہ سمیع (سننے والا)، بصیر (دیکھنے والا)، حیّ (زندہ)، علیم (جاننے والا) ہے، تو یہ صفات قرآنِ مجید میں انبیاء، اولیاء، بلکہ عام انسانوں کے لیے وارِد ہیں۔ بلکہ یوں سمجھ لو کہ اللہ کی صفاتِ ازلیہ مثلاً ارادہ، علم، قدرت وغیرہ وغیرہ یہ صفات بندوں میں ہیں، تو کیا یہ صفات غیر اللہ کے لیے ماننے سے شرک ہے؟ نہیں ہے، تو کیوں؟ جب عام انسانوں کے لیے صفاتِ الٰہیہ ماننا شرک نہیں، تو انبیاء، اولیاء کے لیے ماننا شرک کیوں ہو گیا؟ وہی قاعدہ ماننا پڑے گا کہ یہ صفات اللہ کی ذاتی ہیں اور اولیاء و انبیاء کے لیے عطائی (عطا کردہ)۔

حضرت شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " وَأَمَّا الْمُفَوِّضِيَّةُ فَهُمُ الْقَائِلُونَ: إِنَّ اللهَ فَوَّضَ تَدْبِيرَ الْخَلْقِ إِلَى الْأَئِمَّةِ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ أَقْدَرَ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى خَلْقِ الْعَالَمِ وَتَدْبِيرِهِ. "[45] (غنیۃ الطالبین، ص۲۲۱)

ترجمہ: مفوضہ وہ فرقہ ہے، جس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیرِ اُمورِ خلق (مخلوق کے معاملات) اُن کے سپرد کر دیے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خلقِ

---

[42] (صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب ما جاء في تخليق السموات والأرض وغيرها من الخلائق، 6/ 2712، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[43] (شرح الفقه الاكبر، ص63، دار النفائس، الطبعة: 1997 م)

[44] (شرح الفقه الاكبر، ص64، دار النفائس، الطبعة: 1997 م)

[45] (الغنية لطالبي طريق الحق، القسم الثاني في العقائد،باب في معرفة الصانع عز وجل، فصل في أصل الفرق الثلاثة والسبعين، فصل في الرافضة، 1/ 182، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ – 1997 م)

عالم (دنیا کی پیدائش) کی بھی قدرت عطا کر دی ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ بریلویوں کا یہ عقیدہ شیعہ سے حاصل کردہ ہے۔

جواب: ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ مفوضہ کا ہے کہ وہ دنیا کو پیدا کرنے اور مدیرِ کائنات کے (مستقل حقیقی) اختیارات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کرام کو مانتے تھے، تو اس میں مفوضہ کے عقائدِ باطلہ کا رَد ہے، جو عالم کی خَلقَت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم اہلِ سنت کا یہ عقیدہ نہیں کہ ساری دنیا و عالم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ نے پیدا فرمایا ہے، اور اس میں تدبیر کی جو نفی ہے وہ حقیقی تدبیر کی نفی ہے، ورنہ شیخ سیدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول قرآنِ مجید کی اس آیت سے مختلف ہو گا: "فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا " (النازعات:5) قسم ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ سرکار غوثِ پاک قدس سرہ کا مبارک قول قرآنِ مجید سے مختلف ہو، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہاں تدبیر کی جو نفی ہے وہ حقیقی (ذاتی) کی نفی ہے۔

سوال: شرحِ مواقف میں ہے: " الْمُفَوِّضَةُ قَالُوا: إِنَّ اللهَ فَوَّضَ خَلْقَ الدُّنْيَا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ. "[46]

یعنی مفوضہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی پیدائش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سونپ دی ہے۔

جواب: ظاہر ہے کہ یہ مفوضہ کا رَد ہے۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا کی پیدائش حضور سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ دی گئی، حالانکہ ہم اہلِ سنت کا یہ عقیدہ نہیں کہ ساری دنیا کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا فرمایا ہے۔ ہماری صفائی خود دیوبندی اکابِر و اَصاغِر دینے کو تیار ہو سکتے ہیں، کیونکہ ہمارے ہاں کوئی بھی ایسا نہیں جو حضور علیہ السلام کو خالِق مانتا ہے۔ ویسے بُہتان تراشی اور الزام بازی سے کون کسی کو روک سکتا ہے۔ اپنے اکابِر کے عقائد سے سرِ مو نہیں ہٹتے۔ ہمارے عقیدہ کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

"هَلْ فَوَّضَ اللهُ تَعَالَى الْأَمْرَ إِلَى الْعِبَادِ؟" یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے کام اپنے بندوں کو سونپ رکھے ہیں؟

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: " اللهُ تَعَالَى أَجَلُّ مِنْ أَنْ يُفَوِّضَ الرُّبُوبِيَّةَ إِلَى الْعِبَادِ "[47]

یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بالا ہے کہ اپنی رَبُوبِیت (پروردگاری) اپنے بندوں کے سپرد فرمائے۔ (مکتوب خواجہ معصوم، ص ۸۲، ۸۳)

وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۳ محرم ۱۴۱۲ھ

---

[46]) (شرح مواقف العضد، ص626، دار الطباعة العامرة، 1849م)

[47]) (المنتخبات من المكتوبات للإمام الرّباني ، المكتوب التاسع والثمانون والمائتان إلى مولانا بدر الدين في بيان أسرار القضاء والقدر وما يناسب ذلك، ص198 ،مكتبة الحقيقة، استانبول ـ تركيا، 1397 هـ / 2019م)